© rasailojaraid.com

احمد بن عبدالاحد سرہندی فاروقی (مجدد الف ثانی) کے نزدیک عقائد اہل السنّت والجماعت☆

عربی ترجمہ، تقدیم وتحشیہ: ڈاکٹر محمود احمد غازی ☆☆

اُردو ترجمہ: پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول☆☆☆

امام مجدد احمد بن عبدالاحد سرہندی (حضرت مجدد الف ثانیؒ) ۱۴ شوال المکرّم سن ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد گرامی شیخ عبدالاحد مخدوم اور اپنے عہد کے دیگر کبار علماء، فقہاء اور محدثین سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ آپ نے ان تمام علوم عقلی ونقلی میں کمال حاصل کر لیا جن سے دسویں صدی ہجری کے دوران نظام تعلیم تشکیل پاتا تھا۔ بعدازاں آپ برصغیر پاک و ہند میں طریقہ نقشبندیہ [۱] کے بانی عظیم داعی اور روحانی مرشد شیخ محمد الباقی[۲] کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ صوفیہ کا یہ طریقہ روحانی تربیت و اصلاح میں اسلافِ صالح کے اندازِ کار سے قریب تر تھا اور اس میں شریعت کریمہ کی تعلیمات کا بڑا التزام ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ یہ طریقہ صوفیہ[۳] کے بلند روحانی درجات کے حصول کے لیے کتاب و سنت پر عمل کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ چنانچہ اس طریقہ نے اس اجتماعی الحاد کے سدباب میں اہم کردار ادا کیا جسے دسویں صدی ہجری کے آخری حصہ میں اور اس سے اگلی صدی کے آغاز میں مغل دربار کے امراء کی بڑی تعداد نے اپنا لیا تھا۔[۴]

امام مجدد نے اس اصلاحی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا جس کی بنیاد ان کے روحانی مرشد امام محمد الباقیؒ نے رکھی تھی۔ آپ نے اپنے رفقاء اور شاگردوں کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں منظم کیا اور انہیں برصغیر کے مختلف اطراف میں پھیلا دیا تاکہ وہ دعوت اسلامیہ کی نشرواشاعت کریں اور مجددی تحریک اصلاح کا پیغام پھیلائیں۔ پھر آپ نے مغل دربار کے ان امراء سے قریبی تعلقات قائم کیے جو آپ کی دعوت سے متاثر تھے اور دربار میں الحادی رجحانات کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے ان پر

☆ یہ مضمون الدراسات الاسلامیہ، ادارہ تحقیقات اسلامی کے شمارہ ۳ جلد ۳۷ میں بعنوان ''عقائداہل السنۃ والجماعۃ للامام المجدد احمد بن عبدالاحد السرہندی الفاروقی'' طبع ہوا تھا۔

☆☆ صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

☆☆☆ سابق شیخ التاریخ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زور دیا کہ وہ ایک متحدہ محاذ بنائیں۔ امام نے اپنے بعض خطوط میں اس محاذ کو ''جماعت انصار اسلام''[٥] کا نام دیا ہے۔ اس جماعت کے ارکان امام کے ساتھ مستقلاً قریبی روابط رکھتے تھے اور آپ کی تعلیمات و ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آپ کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے میں کوشاں رہتے تھے۔

حضرت امام کا معمول تھا کہ آپ مختلف اسلامی موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل اور طویل خطوط تحریر کرتے تھے اور آپ کے شاگرد ہر رسالہ کے سینکڑوں نسخے تیار کرتے تھے۔ پھر انہیں تحریک کے ہر مرکز میں ارسال کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح تمام اہم شخصیات بالخصوص جماعت انصار اسلام کے ارکان کو اس کی کاپیاں بھیج دی جاتی تھیں۔ استاد علامہ مناظر احسن گیلانی کے قول کے مطابق یہ رسائل اس تجدیدی تحریک کے سرکاری جریدہ کی مانند تھے جسے وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا تھا۔[٦]

تجدیدی تحریک کے حلقوں میں ان رسائل کو مکتوبات یا مکاتیب اور کبھی مکتوبات امام ربانی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد کا نام دارالمعرفت یا المعارف ہے۔ اس میں ۳۱۳ مکتوب شامل ہیں۔ حضرت امام کے ایک مرید اور شاگرد شیخ یار محمد بدخشانی طالقانی[٧] نے ان کو جمع کیا اور ان کی تدوین کی۔ یہ کام سن ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں مکمل ہوا۔ جب حضرت امام کو معلوم ہوا کہ شیخ یار محمد کے جمع و تدوین کردہ مکاتیب کی تعداد ۳۱۳ ہوگئی ہے تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک مستقل جلد کی صورت دے دی جائے تاکہ یہ عدد انبیاء المرسلین کی تعداد (جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں آیا ہے[٨] اور غزوہ بدر کے شرکاء صحابہ کی تعداد کے مطابق ہو جائے اس کا مقصد حصول برکت تھا۔

دوسری جلد نورالخلائق کے نام سے معروف ہے۔ یہ تاریخی نام ہے کیونکہ ابجد کے حساب الاعداد کی رو سے ان حروف کے اعداد کی کل تعداد ۱۰۲۸ بنتی ہے اور یہ ان مکاتیب کی جمع و تدوین کی تکمیل کا سال ہے۔ مکتوبات کی تعداد ۹۹ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعداد کی مناسبت سے باعث برکت ہے کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ایسے ہیں (یعنی ایک کم سو) جس نے انہیں یاد کیا، وہ جنت میں داخل ہوا''۔[٩] جلد دوم کے مکتوبات کو حضرت امام کے شاگرد اور مرید خواجہ عبدالحی حصاری[١٠] نے جمع کیا۔

تیسری جلد آخری ہے اور اسے معرفت الحقائق کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی جمع و تدوین خواجہ محمد ہاشم برہان پوری[١١] نے سن ۱۰۳۱ھ میں مکمل کی۔ اس جلد میں ۱۱۴ مکتوبات شامل تھے جو تعداد کہ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریم کی سورتوں کی تعداد کی مناسبت سے باعث برکت تھی۔ لیکن بعض کاتبوں نے دس دیگر مکتوب بھی بعض قلمی نسخوں میں شامل کر دیے۔ محققین نے ان دس مکاتیب کی صحت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ مکاتیب اصل مجموعہ میں موجود نہ تھے بلکہ انہیں حضرت امام کی وفات کے بعد تیسری جلد میں شامل کیا گیا۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ ان دس مکاتیب میں سے ایک، جو جلد سوم کا ۱۲۳ واں مکتوب ہے، جعلی ہے۔[۱۲]

یہ تمام مکتوبات فارسی زبان میں ہیں جو کہ برصغیر پاک و ہند میں عہد اسلامی کے دوران ثقافت، تعلیم، حکومت اور انتظامی امور کی زبان تھی تاہم بعض مکاتیب میں حضرت امام کی تحریر کردہ عربی عبارات بھی ملتی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں آخری دو صدیوں کے دوران ان مکتوبات کے متعدد ایڈیشن سامنے آئے اور کئی زبانوں میں ان کا ترجمہ کیا گیا[۱۳]، جن میں اُردو، ترکی اور عربی زبانیں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا گیا۔[۱۴] عربی میں جس شخص نے ترجمہ کا بیڑہ اٹھایا، وہ شیخ علامہ محمد مراد مکی تھی۔[۱۵] یہ ترجمہ دمشق میں شائع ہوا اور اس میں سے منتخب حصے استنبول اور انقرہ میں شائع ہوئے۔ طریقہ مجددیہ سے نسبت رکھنے والے ایک عالم نے **تشیید المبانی فی تخریج الروایات التی وردت فی مکاتیب الامام الربانی**[۱۶] کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔

چونکہ یہ عربی ترجمہ قدیم مشکل لغت میں تھا اور مزید برآں وہ لغت، اسلوب اور طباعت کی غلطیوں سے پاک نہیں رہا تھا، نیز دمشقی ایڈیشن کافی مدت سے ختم ہو چکا تھا اس لیے راقم الحروف کی مدت سے خواہش تھی کہ بعض منتخب مکتوبات کا جدید عربی میں دوبارہ ترجمہ کیا جائے تاکہ اسے عرب قارئین کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ یہ ایک بڑے علمی منصوبہ کا جز ہے۔ ہم اس مبارک سلسلہ کا آغاز اس خط سے کرتے ہیں جو حضرت امام نے مغل دربار کے ایک امیر کو لکھا اور اس میں اہل سنت والجماعت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عقائد کے وضاحت کی۔ اس کے ساتھ ارکان اسلام خمسہ کی تشریح فرمائی اور کلمۃ الحق (یعنی کلمۃ الاسلام) کو بادشاہ کے گوش گزار کرنے کی ترغیب دی۔[۱۷] یہ مکتوب جلد دوم کا ۶۷ واں مکتوب ہے اور اسے امیر خان جہاں[۱۸] کے نام لکھا گیا جو مغل عہد میں حکومت کے ارکان میں سے ایک تھا۔ اس مکتوب کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اس فقیر مسکین کے نام آپ کا ارسال کردہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یہ محض اس فقیر کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کا کرم و التفات ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف ہے کہ عدم مناسبت کے باوجود فقراء المساکین کو آپ کی التفات و عنایت حاصل ہوئی اور اس مشکوک و شبہات سے پُر زمانہ میں اغنیائے سعادت مند کی تواضع نصیب ہوئی جو اپنی امتیازی حسن فطرت کی بناء پر اس طبقہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور اس سے معاملہ کرتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ مختلف النوع علائق اس نعمت کے حصول میں مانع نہیں ہوئے اور مختلف توجہات فقراء کے ساتھ ان کی محبت میں حائل نہیں ہوئیں۔ اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ شکر کرنے کا حق ہے اور ہمیں پُر اُمید رہنا چاہیے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے''[۱۹] اے صاحب سعادت و نجابت!

انسان کو فرقہ ناجیہ کی رائے کے مطابق اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیے اور وہ فرقہ اہل السنّت والجماعت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ہے جو اس امت کا سواد اعظم ہے اور جو نبی علیہ السلام کے پیروؤں کا جم غفیر ہے۔ ان کی اتباع کے بغیر آخرت کی فلاح اور ابدی نجات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بداعتقادی یعنی اہل سنت کے اعتقادات کی مخالفت سراسر زہر قاتل ہے جو ابدی ہلاکت پر منتج ہوتی ہے۔ اگر عمل میں سستی اور تساہل ہو تو بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن عقیدہ میں خرابی ہو تو مغفرت کی گنجائش نہیں۔[۲۰] کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ'' [سورہ نساء آیۃ ۴۸]

(اللہ تعالیٰ شرکت کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے گا)

اہل سنت کے عقائد خلاصہ کے انداز میں اختصار کے ساتھ ہم بیان کیے دیتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ان کے مطابق اپنا عقیدہ درست کر لے اور ہمیشہ عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کبریٰ پر استقامت کا سوال کرتا رہے۔

جان لیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذاتِ قدیم کے ساتھ موجود ہے۔ دیگر ساری اشیاء اس سبحانہ کی ایجاد سے موجود ہیں اور اسی کی تخلیق سے عدم سے وجود میں آئیں۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ قدیم ازلی ہے اور تمام اشیاء حادث اور عدم سے نکل کر وجود میں آئی ہیں۔ جو ذات قدیم ازلی ہے، وہ باقی اور ابدی ہے اور جو چیز حادث اور عدم سے آئی، وہ فنا اور ہلاک ہونے والی ہے یعنی وہ زوال سے دوچار ہوگی۔ وہ سبحانہٗ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ وجوبِ وجود میں اور نہ استحقاقِ عبادت میں۔ وجوبِ وجود سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کسی کے لائق نہیں اور نہ اس سبحانہٗ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق ہے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ تمام صفات کمال کے ساتھ متصف ہے جو یہ ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، تکوین۔

یہ تمام صفات قدامت و ازلیت سے متصف ہیں اور حضرت ذات سبحانہ و تعالیٰ[۲۱] کے ساتھ قائم ہیں۔ حادث سے تعلقات، صفات کی قدامت میں خلل انداز نہیں ہوتے اور نہ متعلق کا حادث ہونا ان صفات کی ازلیت میں مانع ہے۔ فلاسفہ نے اپنی کم عقلی اور معتزلہ نے اپنی گمراہی اور اندھے پن کی بناء پر اس کے برعکس خیال کیا۔[۲۲] انہوں نے غلطی سے حدوثِ متعلق کو حدوثِ متعلق کی دلیل بنا دیا۔ انہوں نے حق تعالیٰ کی صفات کمال اور علم جزئیات کی نفی کی کیوں کہ اس پر تغیر لازم آتا ہے جو حدوث کی علامت ہے۔ وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ صفات ازلی ہوتی ہیں اور متعلقات حادثہ کے ساتھ ان کا تعلق حادث ہوتا ہے۔

وہ صفات جن میں کسی قسم کا نقص پایا جاتا ہو، حق تعالیٰ کی جناب سے سلب شدہ ہیں۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ جواہر، اجسام اور اعضاء کی صفات و لوازمات اس سے منسوب کی جائیں۔ اس ذات تعالیٰ کی بارگاہ میں زمان، مکان اور جہت کی کوئی گنجائش نہیں کیوں کہ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں۔[۲۳]

ایک گروہ جسے کچھ خبر نہیں، یہ خیال کرتا ہے کہ سبحانہٗ و تعالیٰ عرش کے اُوپر ہے۔ اس نے سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے ''اوپر'' کی جہت متعین کی اور خیال کیا کہ وہ عرش کے اُوپر ہے۔ عرش اور اس کے علاوہ ہر چیز حادث اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ حادث مخلوق کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے خالقِ قدیم کا مکان اور قرارگاہ بنے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ عرش اس کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ اس کی نورانیت اور صفائی دوسری ممکنات سے زیادہ ہے۔ لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کا عرش آئینہ کا حکم رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس میں خالق سبحانہٗ و تعالیٰ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس کی کبریائی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محض اس نسبت کی بناء پر اسے عرش الٰہی کہتے ہیں ورنہ عرش اور اس کے علاوہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ سے نسبت میں برابر ہیں اور سب اس کی مخلوق ہیں۔ البتہ عرش میں ظہور کی ایسی قابلیت ہے جو کسی اور میں نہیں۔

آگاہ رہو کہ آئینہ جس میں انسان کی صورت ظاہر ہوتی ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اس میں انسان موجود ہے۔ آئینہ کے ساتھ اس انسان کی نسبت اور تمام ان اشیاء کی نسبت جو اس کے سامنے آئیں، برابر ہے۔ فرق صرف قابلیت اور اس کے فقدان کا ہے یعنی آئینہ میں صورت دکھانے کی قابلیت موجود ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسری اشیاء میں یہ قابلیت نہیں پائی جاتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ سبحانہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے اور نہ جسمانی، نہ جوہر ہے اور نہ عرض، نہ محدود اور نہ متناہی، نہ طویل ہے اور نہ عریض، نہ چھوٹا ہے اور نہ تنگ۔ بلکہ وہ واسع ہے جس کی وسعت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ محیط ہے مگر اس کا احاطہ وہ نہیں جسے ہم اپنے ادراک سے جانتے ہیں۔ وہ قریب ہے مگر یہ قرب وہ نہیں جسے ہم اپنی عقل سے سمجھ سکیں۔ وہ سبحانہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے مگر یہ معیت ایسی نہیں جسے ہم جانتے ہیں۔ ہمارا ایمان کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ واسع، محیط، قریب اور ہمارے ساتھ ہے مگر ہم ان صفات کی کیفیت کو نہیں جانتے۔ ان صفات کی کیفیت کے بارے میں ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اگر ذات الٰہی کی طرف نسبت دیں تو یہ مذہب تجسیم میں قدم رکھنا ہے۔

وہ سبحانہٗ و تعالیٰ اصلاً کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں اور نہ اس کے ساتھ کوئی چیز متحد ہے۔ نہ اس میں کوئی چیز قطعاً حلول کر سکتی ہے اور نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اجزاء اور حصص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس کی جناب میں ترکیب و تحلیل (جڑنا اور ٹکڑے ہونا) بھی ممنوع ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی کفو اور مثل نہیں اور نہ اس کے بیوی بچے ہیں۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کیف، نمونہ اور مثال سے پاک ہے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اسماء الحسنیٰ اور صفات کمال سے متصف ہے جن سے اس نے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔ جو کچھ بھی اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں ہمارے عقل و ادراک میں آتا ہے وہ اس سے پاک اور بلند ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ لَاتُدرِکُہُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں)۔ شاعر کہتا ہے:

اہل بصیرت نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں۔ یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ان کا اطلاق صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہے۔ ہر وہ اسم جس کا اطلاق شرع میں حق سبحانہ و تعالیٰ پر ہوا ہے، صرف اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا جائز ہے اور جو شرع میں نہیں آیا اس کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے خواہ اس اسم میں کمال درجہ کے معانی پائے جاتے ہوں۔ پس اسم جواد کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا جائز ہے کیونکہ یہ شروع میں آیا ہے لیکن سخی کے لفظ کا اطلاق حق سبحانہ، پر کرنا جائز نہیں کیونکہ شرع میں یہ لفظ نہیں آیا۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہمارے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر حرف و صوت کے لباس میں نازل کیا گیا اور اس کے ذریعے بندوں کو امر و نہی دیا گیا۔ جیسے ہم اپنے ذاتی کلام کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منہ اور زبان کے توسط سے حروف و آواز کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اندرونی ارادے و مقاصد بیان کرتے ہیں، اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے منہ اور زبان کے توسط کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے اپنی ذاتی کلام کو اپنے بندوں پر حرف وصوت کے لباس میں ظاہر کیا اور یوں حرف وصوت کے وسیلہ سے اپنے پوشیدہ اوامر و نواہی کو بیان فرمایا۔

کلام کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور نفسی۔ دونوں حق جل و علا کے کلام ہیں۔ ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق حقیقی ہے نہ کہ مجازی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ پہلی قسم حقیقی ہے اور دوسری مجازی۔ اس لیے کہ مجاز کی نفی جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی نفی کفر ہے۔

اسی طرح تمام کتابیں اور دوسرے صحیفے جو پہلے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر اتارے گئے، سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام ہیں۔ جو کچھ بھی قرآن کریم اور ان کتب و صحائف میں آیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جن کا اس نے اپنے بندوں کو وقت اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق مکلّف فرمایا ہے۔

مومنوں کا جنت میں حق سبحانہ کو بے جہت، بے مقابلہ، بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا حق ہے۔ ہم اس اخروی رویت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ہم اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رویت کو کیفیت سے متصف کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ اس دنیا میں اس کی حقیقت کو اصحاب کیف و مثال پر ظاہر کیا جا سکے۔ وہ صرف اس پر ایمان لا سکتے ہیں۔ افسوس ہے فلاسفہ، معتزلہ اور تمام بدعتی فرقوں پر جو اخروی رویت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ محض ان کے اندھے پن اور محرومی کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ غائب کو قیاس حاضر پر کرتے ہیں اور اس پر ایمان سے مشرف نہیں ہوتے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس طرح بندوں کا خالق ہے، اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ یہ افعال خیر ہوں یا شر، دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں لیکن وہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں اگرچہ دونوں اسی کی ارادت اور مشیت سے ہیں، تاہم ادب کا تقاضا یہ ہے کہ تنہا شر کو اللہ تعالیٰ سے منسوب نہ کیا جائے۔ چنانچہ اسے خالق شر نہ کہا جائے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ خالق خیر و شر ہے۔ پس علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہنا چاہیے لیکن یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ گندگی اور خنزیروں کا خالق ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی جناب میں ادب کی رعایت کی وجہ سے ہے۔

معتزلہ اپنی پسند کردہ ثنویت (دوئی) کے رجحانات کے سبب خیال کرتے ہیں کہ بندہ خود اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افعال کا خالق ہے اور وہ خیر و شر کے افعال کو بندہ سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ شرع اور عقل دونوں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں علماء حق، بندہ کی قدرت کا دخل اس کے افعال میں تسلیم کرتے ہیں اور بندہ کے ہاتھ سے کسبِ فعل کا اثبات کرتے ہیں۔ کیونکہ رعشہ والے کی حرکت اور اختیار والے کی حرکت میں فرق بالکل واضح ہے۔ رعشہ کی حرکت میں قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں جبکہ اختیار کی حرکت میں دونوں چیزوں کا دخل ہے۔ اس قدر فرق ہی مواخذہ کا باعث بن جاتا ہے اور ثواب و عذاب کو ثابت کرتا ہے۔ اکثر لوگ بندہ کی قدرت، کسب اور اختیار میں تردد کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بندہ محض مجبور اور عاجز ہے۔ یہ لوگ اس معاملہ میں علماء کی مراد کو نہیں سمجھ پائے کیونکہ بندہ کی قدرت اور اختیار کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ جو چاہے کرے اور جو نہ چاہے نہ کرے۔ یہ افترا تو عبودیت سے بھی دور ہے بلکہ قدرت و اختیار کا یہ مطلب ہے کہ بندہ کو جس بات کا حکم اور تکلیف دی گئی ہے، وہ اسے کرسکتا ہے۔ مثلاً وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز ادا کرے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ نصاب کے مطابق زکوٰۃ دے، وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھے اور اسے اس بات کی قدرت بھی حاصل ہے کہ خرچہ اور سواری کی استطاعت کی صورت میں عمر میں ایک بار حج کرے۔ علیٰ ہذاالقیاس وہ تمام احکام شرعیہ کی ادائیگی پر قادر ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندہ کی کمزوری اور قدرت کی کمی کے پیش نظر بڑی نرمی، سہولت اور آسانی کی رعایت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**" [سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵] (اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: "**يُرِيْدُ اللّٰهُ اَن يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً**" [سورہ نساء آیت ۲۸] (اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم سے تکالیف شاقہ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے کہ وہ شہوات سے صبر نہیں کرتا اور تکالیف شاقہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات، حق سبحانہ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے ہیں تاکہ وہ انہیں سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دعوت دیں اور انہیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لے آئیں۔ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کریں، انہیں جنت کی بشارت دیں اور جو انکار کریں، انہیں عذابِ جہنم سے ڈرائیں۔ جو کچھ بھی ان انبیاء نے حق سبحانہ کی طرف سے پہنچایا ہے اور بتایا ہے وہ سب حق اور سچ ہے اور اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کا دین تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کرتا ہے۔ آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کتاب پہلی تمام کتابوں سے افضل ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ نہیں کر سکتا بلکہ وہ قیامت تک قائم رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے تو آپ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کی اُمت میں سے ہوں گے۔

آپ ﷺ نے احوال آخرت کے بارے میں جو کچھ بتایا وہ سب برحق ہے مثلاً عذاب قبر، لحد کی تنگی، منکر نکیر کے سوال، عالم کی فنا، آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا بکھرنا، زمین اور پہاڑوں کا خاتمہ اور ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، حشر و نشر، روح کا جسم میں واپس آنا، قیامت کا زلزلہ، قیامت کی ہولناکیاں، اعمال کا محاسبہ، کیے ہوئے اعمال کے بارے میں اعضاء کی شہادت، نیکیوں اور برائیوں کے اعمال ناموں کو دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا جانا، نیکیوں اور برائیوں کو تولنے کے لیے میزان کا رکھا جانا تاکہ نیکیوں کی کمی بیشی معلوم کی جا سکے، اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو تو یہ نجات کی علامت ہے اور اگر یہ ہلکا ہو تو یہ خسارہ اور بدبختی کی علامت ہے۔ اس میزان کا بھاری پن یا ہلکا پن، دنیا کی میزان کے بھاری پن اور ہلکا پن کے برعکس ہے۔ دنیا میں جو پلہ اوپر ہو جائے وہ ہلکا ہوتا ہے وہاں اسے بھاری خیال کیا جائے گا اور جو نیچے آ جائے اسے ہلکا سمجھا جائے گا۔

انبیاء اور صالحین علیہم الصلاۃ والتسلیمات کی شفاعت (پہلے انبیاء کی پھر صالحین کی) روز حساب کے مالک کی اجازت سے قیامت کے دن، گنہ گار مومنوں کے لیے ثابت ہے۔ آپ علیہ و علیٰ آلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے: ''میری شفاعت، میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی''۔

پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ مومن اس کے اوپر سے گزریں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ کافروں کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ جنت جو مومنوں کو نعمتیں دینے کے لیے تیار کی گئی ہے اور جہنم جو کافروں کو عذاب دینے کے لیے تیار کی گئی ہے، دونوں مخلوق ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گی اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔ پس جب مومن محاسبہ کے بعد جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی باہر نہیں نکلیں گے۔ اسی طرح کفار جب دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، جہاں انہیں تا ابد عذاب دیا جائے گا اور اس عذاب میں کمی روا نہیں رکھی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''**لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ**'' [سورہ بقرہ، آیت ۱۶۲] (نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی)۔ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا تو اگر وہ دوزخ میں ڈالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا تو یہ اس کے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے ہوگا۔ اسے اپنے گناہوں کے اندازہ کے مطابق عذاب دیا جائے گا اور آخرکار اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ اس کا منہ اس طرح سیاہ نہیں کیا جائے گا جس طرح کافروں کا منہ سیاہ کیا جاتا ہے اور اس کی گردن میں طوق اور زنجیریں نہیں ڈالی جائیں گی۔ ایسا اس کے ایمان کی حرمت کی بناء پر ہوگا، برعکس کافروں کے جن کے ساتھ یہ سب کچھ ہوگا۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں: "لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاۤاَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ" [سورہ تحریم، آیت۶] (وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے)۔ ان کے لیے نافرمانی جائز نہیں۔ وہ مذکر اور مونث ہونے سے پاک ہیں۔ توالد و تناسل ان کے ہاں نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ نے ان میں سے بعض کو پیغام رسانی کے لیے چن لیا ہے اور انہیں وحی پہنچانے کے کام سے مشرف کیا ہے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے کتابوں اور صحائف کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تک پہنچایا۔ وہ خطا و خلل سے محفوظ اور دشمن کے مکر و فریب سے بچائے گئے ہیں۔ جو کچھ بھی انہوں نے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا، وہ سب سچ اور درست ہے۔ اس میں خطا اور شک کے احتمال کا شائبہ تک نہیں۔ یہ عظیم مخلوق، اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے ڈرتی رہتی ہے اور اس کے احکام کی تعمیل کے سوا اس کا کوئی اور کام نہیں ہے۔

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ ہم تک تواتر اور ضرورت کے ساتھ اجمالاً و تفصیلاً پہنچا ہے، اس کی دل سے تصدیق کی جائے اور زبان سے اقرار کیا جائے۔ اعضاء کے اعمال، نفسِ ایمان اور حقیقت ایمان سے خارج ہیں تاہم وہ ایمان کے مال کو بڑھاتے ہیں اور اس میں حسن و خوبی پیدا کرتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان کوفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایمان، کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا کیونکہ دل کی تصدیق، دل کے یقین و تعلیم سے عبارت ہے، اس میں کمی بیشی کے فرق کی گنجائش نہیں۔ جو فرق کو قبول کرے، وہ ظن اور وہم کے دائرہ میں داخل ہے۔ ایمان کا کمال اور کمی، طاعات اور نیکیوں کے اعتبار سے ہے۔ جس قدر طاعت زیادہ ہوگی، اتنا ہی ایمان کا کمال زیادہ ہوگا۔ عام مسلمانوں کا ایمان، انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ایمان جیسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کا ایمان، طاعات کی قربتوں کی وجہ سے کمال کے بلند مقام پر پہنچا ہوا ہے جبکہ عوام کا ایمان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کا ایمان کمال کے مراحل میں ہے اور اس کی چوٹی سے ایک طرف ہے اگرچہ ان دونوں کے ایمان میں تصدیق سے متعلق قدر مشترک ہے لیکن انبیاء کے ایمان نے طاعات کی بجاآوری کی بناء پر ایک دوسری حقیقت کو پا لیا۔ عوام کا ایمان ان کا جوڑ نہیں ہے اور ان دونوں میں مماثلت اور مشارکت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفقود ہے۔ آگاہ رہو! کہ عوام الناس اگرچہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ انسانیت کے ناطے سے مشترک ہیں لیکن انبیاء علیہ السلام کو جو دوسرے کمالات حاصل ہیں، وہ انہیں اعلیٰ درجات کو پہنچاتے ہیں اور ان کی حقیقت ایک اور ہو گئی ہے جس سے وہ حقیقت مشترکہ سے بلند و برتر ہو گئے ہیں گویا کہ حقیقت میں وہی انسان ہیں اور عوام بن مانس کا حکم رکھتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمانؒ نے فرمایا: ''میں حقیقتاً مومن ہوں''۔ امام شافعیؒ نے فرمایا: ''میں ان شاء اللہ تعالیٰ مومن ہوں''۔ ہر ایک کا اپنا نقطہ نظر ہے، حالیہ ایمان کے اعتبار سے تو یہ کہنا چاہیے کہ میں حقیقتاً مومن ہوں۔ اسی طرح خاتمہ اور انجام کے اعتبار سے یہ کہنا چاہیے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں۔ لیکن جو بھی توجیہہ کی جائے، استثنائی صورت (یعنی ان شاء اللہ کہنا) سے اجتناب بہرحال بہتر ہے۔

مومن گناہ کے ارتکاب سے دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، خواہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں، اور دائرہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ روایت ہے کہ امام اعظم ایک دن کبار علماء کی جماعت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: تم اس مومن فاسق کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے باپ کو ناحق قتل کیا، پھر اس نے اس کے سر کو کاٹا اور کاسۂ سر میں شراب پی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے زنا کیا۔ کیا وہ مومن ہے یا کافر؟ علماء میں سے ہر ایک نے اس بارے میں ایسی بات کہی جو صحیح نہیں تھی۔ وہ بھول بھلیوں میں پڑ گئے اور اصل حقیقت سے دور چلے گئے۔ اس اثناء میں امام اعظمؒ نے فرمایا کہ وہ مومن ہے اور ان کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوا۔ امام صاحب کی یہ بات علماء پر گراں گزری اور انہوں نے طعن و تشنیع کی زبان دراز کی۔ لیکن چونکہ امام صاحب کی بات برحق تھی اس لیے بالآخر سب نے اسے تسلیم کر لیا اور اس کے درست ہونے کا اعتراف کر لیا۔

اگر کسی گنہ گار مومن کو موت طاری ہونے سے قبل توبہ کی توفیق ہو جائے تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ اسے عظیم نجات مل جائے۔ کیونکہ توبہ کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر اسے توبہ و انابت کا شرف حاصل نہ ہو تو پھر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ چاہے تو اسے بخش دے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو اسے بقدر گناہ آگ کے ذریعے یا بغیر آگ کے سزا دے۔ لیکن آخرکار اسے نجات ملے گی اور اس کا انجام بہشت ہوگا۔ اس لیے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی صرف کافروں سے مختص ہے۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، وہ رحمت اور بخشش کا مستحق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اگر ابتداء میں گناہوں کی وجہ سے اسے رحمت نہیں ملی تو آخرکار اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے اسے رحمت میسر آ جائے گی۔ "رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" [سورہ اٰل عمران، آیت ۸] (اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت عطا کرنے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی عطا کرنے والا ہے)۔

امامت و خلافت کی بحث، اگرچہ اہل سنت (اللہ تعالیٰ ان کی سعی قبول فرمائے) کے نزدیک اصول دین میں شامل نہیں اور عقیدہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن چونکہ شیعہ اس بارے میں غلو کرتے ہیں اور افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں اس لیے ضرورت کے پیش نظر علماء اہل حق نے اسے علم کلام میں داخل کر دیا ہے اور حقیقت حال واضح کر دی ہے۔

آگاہ رہو کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورینؓ، ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ شیخین کی افضلیت، صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ تمام اکابر ائمہ سے منقول ہے۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ رئیس اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں: ساری اُمت پر شیخین کی افضلیت قطعی ہے۔ اس بات سے صرف جاہل یا متعصب ہی انکار کر سکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے: جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے، وہ مفتری ہے۔ میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگائے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ نے اپنی کتاب الغنیہ میں نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج ہوا تو میں نے اللہ سبحانہ سے درخواست کی کہ میرے بعد علی بن ابی طالب کو خلیفہ بنایا جائے۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ آپ کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ حضرت شیخ نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک انہوں نے مجھ سے یہ عہد نہ لے لیا کہ میرے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ۔ پھر ان کے بعد تم۔

حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ سے افضل ہیں۔ علماء اہل سنت حضرت عائشہؓ کو علم و اجتہاد میں حضرت فاطمہؓ پر فضیلت دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ اپنی کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الغنیہ میں حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ علم و اجتہاد میں فائق ہیں اور حضرت فاطمہؓ زہد اور دنیا سے قطع تعلقی میں فائق ہیں۔ اسی لیے انہیں بتول کہتے ہیں جو کہ دنیا سے قطع تعلقی کے معنوں میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فتاویٰ کے معاملہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرجع ہیں۔ اصحاب نبی ﷺ کو علم کے معاملہ میں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہؓ کے پاس اس کا حل موجود ہوتا۔

جنگیں اور تنازعات جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان وقوع پذیر ہوئیں، مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں نیک نیتی پر محمول کریں اور انہیں ہوس و تعصب سے دور سمجھیں۔ کیونکہ ان اکابر کے نفوس حضرت خیرالبشر علیہ و علیہم الصلاۃ والسلام کی صحبت میں ہوس سے پاک، تعصب سے بری اور کینہ و حرص سے صاف ہو چکے تھے۔ اگر ان میں صلح ہوتی تو وہ حق کے لیے ہوتی اور اگر ان میں تنازعہ اور مخالفت واقع ہوتی تو وہ بھی حق سبحانہ کے لیے ہوتی۔ ان میں سے ہر طبقہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ انہوں نے ہوا و تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کا جواب دیا اور اپنا دفاع کیا۔ پس جس کسی کا بھی اجتہاد درست ہوا، اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب ملا۔ جس کا اجتہاد درست نہ ہوا، اسے ایک درجہ ثواب ملا۔ چنانچہ درست اجتہاد کرنے والے کی طرح خطا کرنے والا بھی ملامت سے بعید ہے۔ بلکہ ہم اس کے لیے بھی ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ کی توقع رکھتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور مخالفین کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ طعن کے مستحق نہیں اور ان کی ملامت کی گنجائش نہیں چہ جائیکہ ان سے کفر اور فسق منسوب کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، مگر وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو انہیں کفر و فسق سے بچاتی ہے''۔ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے اصحاب کے درمیان جو اختلاف ہو، اس بحث و تکرار سے بچ کر رہو''۔ تمام اصحاب ﷺ کی تعظیم کرنی چاہیے، سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے اور ان میں سے کسی پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے ان کے تنازعات کو دوسروں کی مصالحت سے افضل خیال کرنا چاہیے۔

یہی نجات و فلاح کا راستہ ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام کی دوستی، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی دوستی کے باعث ہے اور ان سے دشمنی آپ ﷺ کی دشمنی کی طرف لے جاتی ہے۔ اسلاف میں سے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بزرگ فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی توقیر نہ کی، وہ آپ پر ایمان ہی نہیں لایا۔

قیامت کی علامات جن کی خبر ہمیں مخبر صادق ﷺ نے دی، سب برحق ہیں۔ ان میں عدم وقوع کا کوئی احتمال نہیں۔ مثال کے طور پر سورج کا خلاف عادت مغرب سے طلوع ہونا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور، روح اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول، دجال کا خروج، یاجوج ماجوج کا ظہور، دابۃ الارض کا خروج، آسمان سے دھوئیں کا ظہور جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ لوگ بے قرار ہو کر کہیں گے: "رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّامُؤْمِنُونَ" [سورہ دخان، آیت ۱۲] (اے ہمارے رب اس عذاب کو ہم سے دور کر دے، ہم ایمان لاتے ہیں)۔ آخری علامت آگ ہے جو عدن سے نکلے گی۔

ایک جماعت اپنی جہالت کی وجہ سے خیال کرتی ہے کہ اہل ہند میں سے جس شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، وہی مہدی موعود ہے چنانچہ ان کے خیال میں مہدی گزر گیا ہے اور وفات پا چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر فرہ میں ہے۔ احادیث صحیحہ جو شہرت کی حد بلکہ معنوی تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، میں جو کچھ آیا ہے وہ اس جماعت کی تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے مہدی کی علامات بیان فرما دی ہیں اور وہ علامات اس شخص میں مفقود ہیں جس کے مہدی ہونے کا یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں۔ احادیث نبوت میں آیا ہے کہ جب مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کے سر کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا جس میں ایک فرشتہ ہوگا جو آواز دے گا کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "تمام زمین کے بادشاہ چار ہوئے ہیں، دو مومنوں میں سے اور دو کافروں میں سے۔ مومنوں میں سے ذوالقرنین اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام اور کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔ عنقریب ایک پانچواں شخص زمین کا مالک ہوگا اور وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ یعنی مہدی"۔ اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر نہیں ہوتا جس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ اس سے پہلے جور و ظلم سے بھری تھی"۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اصحاب کہف، مہدی کے مددگار ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام مہدی کے زمانہ میں نازل ہوں گے اور دجال کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف جنگ میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیں گے۔ ان کی سلطنت کے دور میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہوگا اور چاند گرہن اس ماہ کے آغاز میں ہوگا۔ یہ سب کچھ خلاف معمول اور منجموں کے حساب کے خلاف ہوگا۔ انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ کیا یہ علامات اس فوت شدہ شخص میں پائی جاتی تھیں یا نہیں؟ اس کی دیگر علامات بھی بہت ہیں جن کی خبر مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام نے دی ہے۔ شیخ ابن حجر نے مہدی منتظر کی علامات کے بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا اور یہ علامات دو سو کی تعداد تک پہنچتی ہیں۔ یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے کہ مہدی موعود کے معاملہ کی اس وضاحت کے باوجود ایک جماعت اس گمراہی میں پڑی ہے، اللہ سبحانہ انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنواسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے، ایک کے سوا سب دوزخی ہیں۔ میری اُمت بھی تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، ایک کے سوا سب دوزخی ہوں گے''۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نجات پانے والا یہ فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے''۔ یہ فرقہ ناجیہ اہل السنّت والجماعت ہی ہیں کیونکہ وہ آپ اور آپ کے صحابہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہل السنّت والجماعت کے طریقے پر ثابت قدم رکھ، ان کے گروہ میں ہی ہمیں موت دے اور انہی کے ساتھ ہمیں دوبارہ اٹھا: ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ''۔ [سورہ اٰل عمران، آیت۸] (اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت عطا کرنے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی عطا کرنے والا ہے)۔

عقیدہ کی تصحیح کے بعد شرعی اوامر کی تعمیل اور شرعی نواہی سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔ وہ امر جس کا تعلق عمل سے ہے۔ پانچ وقت کی نماز بغیر سستی کے، ارکان کی صحیح ادائیگی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہی نماز ہے۔ جب مسنون طریقہ پر نماز کی ادائیگی میسر آجائے تو گویا دین کی مضبوط رسی ہاتھ آگئی کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ پہلا رکن اللہ سبحانہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، دوسرا رکن نماز ہے، تیسرا رکن زکوٰۃ کی ادائیگی، چوتھا رمضان کے روزے اور پانچواں بیت اللہ کا حج ہے۔ ان اصولوں میں سے پہلا قاعدہ، اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور باقی چار اصول کا تعلق اعمال سے ہے۔ تمام عبادات میں سے جامع ترین اور افضل ترین نماز ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کا آغاز نماز سے ہو گا۔ اگر نماز کا معاملہ طے ہوگیا تو دوسرے احکام و اصول کا محاسبہ اللہ سبحانہ کی عنایت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نرمی اور سہولت کے ساتھ گزر جائے گا۔

جہاں تک ممکن ہو شرعی ممنوعات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جس بات پر مولیٰ سبحانہ راضی نہ ہو، اسے مہلک زہر سمجھنا چاہیے۔ اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے اور ان کے ارتکاب پر ندامت اور افسوس کا احساس رہنا چاہیے۔ اور شرمندگی و حسرت اٹھانی چاہیے۔ بندگی کا یہی طریقہ ہے اور اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ جو شخص ایسے کام کرتا ہے جن سے اس کا مولا خوش نہیں ہوتا اور ان کاموں کا ارتکاب بے تحاشا کرتا ہے اور اس عمل پر شرمندہ اور متأسف بھی نہیں ہوتا تو وہ شخص سرکش اور باغی ہے۔ قریب ہے کہ اس کا یہ اصرار اور سرکشی اسے دائرہ اسلام سے باہر لے جائے اور دشمنوں کے حلقہ میں داخل کر دے۔

"رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَداً" [سورہ کہف، آیت ۱۰]

(اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے درستی کا سامان کردے)

ایک بڑی نعمت اور عظیم دولت جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز کیا ہے...... اکثر لوگ اس سے غافل ہیں بلکہ ہو سکتا ہے آپ کو بھی اس کا ادراک نہ ہو...... وہ یہ ہے کہ بادشاہ وقت سات پشتوں سے مسلمان ہے اور اہل سنت میں سے ہے اور حنفی مذہب پر ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم اس زمانہ میں، جو کہ قرب قیامت اور عہد نبوی سے بعد کا دَور ہے، یہ دیکھتے ہیں کہ چند سالوں سے طالب علموں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جس نے اپنی نحوست طبع کے سبب امراء و سلاطین کا قرب حاصل کرلیا ہے۔ یہ لوگ ان کی خوشامد کرتے ہیں اور دین متین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں اور یوں اغنیاء کو سیدھی راہ سے بھٹکا رہے ہیں۔

جب ایسا عظیم الشان بادشاہ آپ کی بات اور مشورہ کو اچھی طرح سنتا ہے اور اسے قبول بھی کر لیتا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اسے ایک عظیم نعمت خیال کریں اور کلمہ حق یعنی اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے اعتقادات کے مطابق کلمہ اسلام کو صراحتاً یا اشارتاً بادشاہ کے گوش گزار کریں اور جتنا بھی ممکن ہو اہل حق کی بات اس کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ چاہیے کہ ہمیشہ اس انتظار میں رہیں کہ باتوں باتوں میں اہل حق کے کلام کے ذکر کا موقع ملے، یہاں تک کہ اسلام کی حقانیت ظاہر ہو اور کفر اور اس کی برائی کا باطل ہونا واضح ہو جائے۔

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ کفر کا باطل ہونا بالکل واضح ہے۔ کوئی عقل مند آدمی اسے قطعاً پسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کرتا۔ چاہیے کہ اس کے بطلان کو بلا تأمل و تردد ظاہر کیا جائے اور ان لوگوں کے باطل خداؤں کی بلا توقف نفی کی جائے۔ سچا خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یہ بات پوری دلیری کے ساتھ بلا تأمل و تردد کی جائے۔ کیا کسی نے کبھی سنا کہ ان کے باطل خداؤں نے ایک مکھی کو پیدا کیا، خواہ وہ سارے مل کر یہ کوشش کریں۔ بلکہ اگر کوئی مکھی انہیں کاٹ لے یا تکلیف پہنچائے تو اپنے آپ کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے چہ جائیکہ وہ دوسروں کی حفاظت کریں۔ کافر اس معاملہ کی برائی کو محسوس کرتے ہیں، اسی لیے وہ کہتے ہیں: یہ معبود، اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے۔ یہ بے وقوف اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ان جمادات کو سفارش کی مجال نہیں اور کہ حق سبحانہ اپنے دشمنوں کے بندوں کے حق میں شریکوں کی سفارش قبول نہیں کرتا جو کہ حقیقت میں اس کے دشمن ہیں۔ ان کی مثال تو ایسی ہے کہ کچھ باغیوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی، بے وقوفوں کے ایک گروہ نے اس خیال سے ان کی مدد کی کہ یہ لوگ مصیبت کے وقت بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کریں گے اور یہ کہ وہ ان کے وسیلہ سے بادشاہ کا قرب حاصل کریں گے۔ یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ بادشاہ کے دشمنوں اور باغیوں کی خدمت کرتے ہیں اور پھر ان کی سفارش سے بادشاہ کی معافی کے طلب گار ہیں اور اس کا قرب چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہ برحق کی خدمت کیوں نہیں کرتے؟ اس کے باغیوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے اور انہیں شکست کیوں نہیں دیتے تاکہ وہ اہل قرب اور اہل حق بن جائیں اور امن و امان میں آجائیں۔ یہ بے عقل پتھر کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہیں، پھر سالہاسال اس کو پوجتے ہیں اور اس سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ کفر اور اہل کفر کا دین کھلم کھلا باطل ہے۔ جو کوئی مسلمانوں میں سے حق کے راستے سے دور ہوا اور جس نے صراط مستقیم سے انحراف کیا، وہ اہل ہوس و بدعت میں سے ہے۔ اصل راستہ اور قدیم صراط مستقیم وہی ہے جو آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا راستہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ اپنی کتاب ''الغنیہ'' میں فرماتے ہیں کہ بدعتی فرقوں کی اساس یہ نو گروہ ہیں:

(۱) خوارج، (۲) شیعہ، (۳) معتزلہ، (۴) مرجئہ (۵) مشبہہ، (۶) جہمیہ، (۷) ضراریہ، (۸) نجاریہ، (۹) کلابیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ گروہ نبی ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں موجود تھے۔ ان گروہوں کا اختلاف اور تفرقہ، صحابہ، تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ عنہم کی وفات کے سالوں بعد واقع ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت زیادہ خلل دیکھے گا۔ پس میرے بعد تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو، بدعات سے اپنے آپ کو دور رکھو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ اور جو میرے بعد دین میں نئی بات آئے گی، وہ مردود ہے''۔ پس وہ مذاہب جو نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کے بعد پیدا ہوئے، وہ اعتبار کے مقام سے ساقط ہیں اور ان کی کوئی اہمیت نہیں۔

چاہیے کہ اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے کمال فضل و کرم سے فرقہ ناجیہ میں داخل کیا جو کہ اہل السنّت والجماعت کا فرقہ ہے اور ہمیں اہل ہوس و بدعت کے فرقوں میں سے نہیں بنایا اور ہمیں ان کے فاسد اعتقادات میں مبتلا نہیں کیا اور ہمیں ان میں سے نہیں بنایا جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شریک کرتے ہیں، وہ خیال کرتے ہیں کہ بندہ ہی اپنے افعال کا خالق ہے۔ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں جو دنیوی اور اخروی سعادتوں میں سب سے بڑا سرمایہ ہے، وہ واجب تعالیٰ کی صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔ نیز اس نے ہمیں ان دو گروہوں میں سے نہیں بنایا جو اصحابِ خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے بغض رکھتے ہیں اور اکابر دین سے بدظنی رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ان پر خفیہ بغض اور اندرونی کینہ رکھنے کی تہمت لگاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے: ''رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ'' [سورہ فتح، آیت۲۹] (آپس میں رحمدل ہیں)۔ یہ دو گروہ کلامِ حق جل و علاء کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے مابین دشمنی، بغض اور کینہ ثابت کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ انہیں توفیق عطا فرمائے اور سیدھا راستہ دکھائے۔ نیز ہمیں ان لوگوں میں سے بھی نہیں بنایا جو حق تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہے اور واجبالقدیم جل شانہ میں حدوث و امکان کی علامات کا اثبات کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ حکمران روح کی طرح ہے اور باقی تمام لوگ جسم کی طرح ہیں۔ اگر روح درست ہو تو بدن درست ہوتا ہے اور اگر روح فاسد ہو تو بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ پس حکمران کی اصلاح کی کوشش، سب بنی آدم کی اصلاح کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کے مترادف ہے۔ درحقیقت یہ کلمۃ الاسلام کے غلبہ و اظہار کی کوشش ہے۔ خواہ وہ وقت اور زمانے کے تقاضوں کے تحت کسی بھی انداز میں کیا جائے۔ کلمۃ الاسلام کے بعد چاہیے کہ وقتاً فوقتاً اس کے کانوں تک اہل السنّت والجماعت کے اعتقادات پہنچائے جائیں اور مخالف مذہب کی تردید کی جائے۔ اگر یہ بڑی نعمت میسر آ جائے تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی وراثتِ عظمیٰ حاصل ہوگئی۔ آپ کو یہ نعمت کبریٰ مفت میں حاصل ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اس سے زیادہ مبالغہ مناسب نہیں اگرچہ ایسے معاملات میں مبالغہ مستحسن چیز ہے۔ اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ طریقہ نقشبندیہ برصغیر پاک و ہند میں پائے جانے والے صوفیہ کے طریقوں میں سب سے زیادہ تعلیمات اسلامی کے قریب ہے۔ واسطوں کی کمی کی بناء پر وہ نسبت میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین ہے۔ اس طریقہ کو شیخ الکبیر خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند (وفات سن ۷۵۸ھ، سمرقند میں) سے منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت شیخ محمد باقی باللہ ان کبار روحانی مربیوں اور مصلحین میں سے تھے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اصلاح و تجدید کی جدوجہد کی۔ آپ ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ سن ۹۷۱ھ میں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں پیدا ہوئے اور علمائے افغانستان سے علم حاصل کیا، پھر ماوراء النہر کی طرف گئے اور وہاں کے علماء سے تحصیل علم کی یہاں تک کہ تمام علوم میں مہارت کاملہ حاصل کر لی اور ہر چیز یاد کر لی۔ اپنی عمر کے آخری سال آپ نے دہلی اور لاہور میں گزارے اور سن ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ شعر اور نثر میں متعدد کتب تصنیف کیں۔

۳۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے ادیب، مورخ اور فلسفی مولانا عبدالماجد دریاآبادی کی کتاب ''تصوف اسلام'' کی طرف رجوع کریں۔

۴۔ اجتماعی الحاد کا اشارہ اس الحاد کی طرف ہے جو مغل بادشاہ محمد اکبر کے دور میں ظاہر ہوا۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے راقم الحروف کی بحث بہ عنوان ''الدین الالٰہی الاکبری'' کی طرف رجوع کریں جو ۱۹۷۹ء میں دمشق کے ادارہ ''مجمع اللغۃ العربیۃ'' کے رسالہ میں شائع ہوا۔

۵۔ حضرت امام مجدد نے اپنے بعض مکاتیب میں اس کی طرف ''جرگہ مردان اسلام'' کے نام سے اشارہ کیا ہے۔ جرگہ کا لفظ ترکی الاصل ہے اور اس کا مطلب ہے: حلقہ، جماعت اور لوگوں کا مجمع۔

۶۔ رسالہ الفرقان کا تجدید و احیاء کا خاص نمبر جو ۱۹۴۰ء میں لکھنؤ سے نکالا گیا۔ اس میں علامہ مناظر احسن گیلانی کا مقالہ۔

۷۔ شیخ یار محمد بدخشانی طالقانی، حضرت امام کے نامور شاگردوں اور خلفاء میں سے تھے۔ انہیں یار محمد جدید کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے تاکہ ان کے اور شیخ یار محمد قدیم کے درمیان امتیاز کیا جا سکے۔ شیخ یار محمد جدید نے سن ۱۰۲۵ھ میں مکتوبات کی پہلی جلد کی تدوین کا کام مکمل کیا۔

۸۔ ملاحظہ ہو (مسند امام احمد جلد ۸ ص ۱۳۰۔ مسند الانصار۔ ابوذر غفاریؓ کی حدیث ح (۲۱۶۰۲)۔ اور ۱۳۲/۸ ح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۱۶۰۸)۔ اسی طرح جلد ۸، ص ۳۰۱، ۳۰۲ مسند الانصار ابو امامہ کی حدیث۔ نیز اصل حدیث حضرت ابوذر غفار سے روایت ہے ح: ۲۲۳۵۱۔

۹۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط-- ح (۲۷۳۶) صفحہ ۴۵۱ اور ح (۷۳۹۲) صفحہ ۱۲۷۲، باب: ان اللہ مائۃ اسم الّاواحدہ، دونوں حدیثوں کا تکملہ یوں ہے: ''اللہ کے ننانوے نام یعنی ایک کم سو ایسے ہیں جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا''۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ''اللہ کے ننانوے نام ایسے ہیں یعنی ایک کم سو جس نے انہیں حفظ کر لیا، وہ جنت میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے''۔ ح(۶۴۱۰)، کتاب الدعوات، باب: للّٰہ مائۃ اسم غیر واحدۃ۔ صحیح بخاری ط/۲ دارالسلام، الریاض ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء، کتاب الشروط، صفحہ ۱۱۱۳۔ اسے احمد، بیہقی، ابن حبان، ابونعیم، طبری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰۔ شیخ عبدالحی بن خواجہ جاکو الحنفی کا تعلق اصفہان سے تھا۔ وہ اپنے وطن کے کبار علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اصفہان سے ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور مشرقی ہندوستان میں صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے حضرت امام مجددؒ کے فرزند حضرت شیخ محمد معصومؒ کی ترغیب پر سن ۱۰۲۸ھ میں مکتوبات کی دوسری جلد کی تدوین مکمل کی۔

۱۱۔ شیخ محمد ہاشم کشمی کا تعلق افغانستان کے صوبہ بدخشاں کے گاؤں کشم سے تھا۔ آپ طریقہ نقشبندیہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ شروع میں آپ امام مجدد کے ایک خلیفہ شیخ سید محمد نعمان کے مرید ہوئے، پھر براہ راست حضرت امام کے حلقہ میں شامل ہوگئے اور کبار مقربین میں سے ہوگئے۔ آپنے مکتوبات کی تیسری جلد کی تدوین کی۔

۱۲۔ یہ اکثر محققین کی رائے ہے۔ تاہم ایسے افراد بھی ہیں جو اس مکتوب کو حضرت امام مجدد سے منسوب کرنے پر اعتراض نہیں کرتے، انہی میں سے استاد محقق زوار حسین شاہ ہیں جنہوں نے کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' اُردو زبان میں تصنیف کی اور جو ۱۹۸۹ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ صفحہ ۶۸۴۔

۱۳۔ بہت سے اہل علم نے اُردو زبان میں مکتوبات کا ترجمہ کیا۔ ان میں سے فاضل قاضی عالم الدین ہیں، ان کا ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۳ء، ۱۹۵۷ء اور ۱۹۸۸ء میں کئی بار شائع ہوا۔ انہی میں سے شیخ احمد سعید لاہوری ہیں جن کا ترجمہ سن ۱۳۹۱ھ میں کراچی سے شائع ہوا۔ انہی میں شیخ زوار حسین شاہ ہیں جن کا ترجمہ سن ۱۹۸۸ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

۱۴۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری نے ایسے منتخب مکتوبات کا ترجمہ کیا جو شریعت و طریقت کے باہمی تعلق کے بارے میں تھے۔ یہ ترجمہ مع علمی بحث کے، جس میں حضرت امام مجدد کی آراء پر سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی۔ لیسٹر (انگلستان) سے کئی بار شائع ہوا۔

۱۵۔ یہ عربی ترجمہ سن ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء، ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء اور ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں تین جلدوں میں ''الدرر المکنونات النفسیہ'' کے نام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ طباعت، لغت اور اسلوب کی غلطیوں سے پاک نہیں۔

۱۶۔ فیض الکریم پریس حیدر آباد دکن سے سن ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی۔

۱۷۔ یہاں بادشاہ سے مراد مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر بن بادشاہ جلال الدین محمد اکبر ہے۔ اپنے باپ کی وفات سے قبل سن ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہوا اور ہندوستان پر ۲۳ سال تک حکومت کی۔ سن ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء میں وفات پائی۔ وہ دینی سیاست میں اپنے باپ سے بہتر تھا۔ اس کی سیاست میں بڑی تبدیلی کی اور جو معاملات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے باپ نے خراب کیے، ان کی اصلاح کی۔

۱۸۔ امیر خان جہاں (متوفی ۱۰۴۰ھ) بادشاہ جہانگیر کے معتمد امراء میں سے تھا اور علماء و مشائخ سے محبت میں مشہور تھا۔

۱۹۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب: علامة الحب فی اللہ حدیث نمبر: ۶۱۶۸، ۶۱۶۹ اور ۶۱۷۰۔ ایک دوسری روایت میں ایک شخص کے جواب میں فرمایا: ''تو اسی کے ساتھ ہے جس سے تو محبت کرتا ہے''۔ صحیح بخاری ط۲/ دارالسلام الریاض ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء ح(۶۱۷۱) صفحہ ۱۰۷۵۔

۲۰۔ کیونکہ عقیدہ میں دوغلاپن، کفر پر رضامندی کی طرف لے جاتا ہے اور کفر سے اتفاق کفر ہے۔ حوالہ اکفار الملحدین از علامہ محمد انور شاہ کشمیری۔

۲۱۔ اس موضوع کی تفصیل کے لیے ذات الٰہی کی جناب میں صفات قائمہ کے وجود کے بارے میں ماتریدی حضرات کی رائے سے رجوع کریں۔

۲۲۔ صفات اور ذات کے تعلق کے بارے میں معتزلہ کی رائے کے لیے قاضی عبدالجبار کی کتاب ''المغنی فی ابواب العدل والتوحید'' سے رجوع کریں۔

۲۳۔ جوہر، جسم اور دیگر الفاظ، فلسفہ کی اصطلاحات ہیں۔ ان میں لغوی معانی نہیں ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تھانوی کی ''کشاف اصطلاحات الفنون''۔

© rasailojaraid.com